قرآن اور عصری تحقیقات

جناب ریاض الحسن نوری

قرآن خدا کا قول ہے اور کائنات خدا کا فعل۔ سائنس اس کائنات کے اصولوں کو مادی طور پر سمجھنے کی کوشش کا نام ہے۔ سائنس کی صحیح اور مسلمہ چیزوں، اور قرآن کی صحیح تفسیر میں تضاد کا کوئی سوال نہیں، کیونکہ اس کے فعل اور قول میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا۔ تضاد اور غلط فہمی اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ خود ہمارا علم ناقص ہو۔

قرآن کے فہم میں ہمارے علم کا نقص کئی وجوہ سے ہوتا ہے۔ کبھی سلف صالحین کے اقوال سے روگردانی کرنے یا ان کی تمام آراء پر محیط نہ ہونے کی وجہ سے، کبھی صحیح ضعیف اور موضوع روایات میں ٹھیک طور پر تمیز نہ کرنے اور اس جانچ میں درایت سے کام نہ لینے سے ہم قرآنی حقائق کا مکمل اور صحیح شعور نہیں کر پاتے۔ بعض اوقات ہٹ دھرمی اور تعصب یا اباحت پسندی کی وجہ سے بھی کچھ لوگ الٹی سیدھی تفسیریں کرنے لگتے ہیں۔

ایک سائنسی تحقیق کی فقہی افادیت بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی فن سے ناواقفیت یا کسی تحقیق کے متعلق انسانی علم کی کمی کی وجہ سے بھی تسامح ہو جاتا ہے۔ مثلاً خمر سے حضرت امام ابو یوسفؒ صرف انگوری شراب مراد لیتے تھے۔ اس کے برعکس دوسرے ائمہ حتیٰ کہ حضرت امام محمدؒ بھی انگور کے علاوہ اثمار و اجناس کی شرابوں کو بھی خمر میں داخل سمجھتے تھے۔ آخر کار موجودہ سائنس نے اس بحث کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا ہے۔ تمام پھلوں اور اجناس سے بننے والی شراب جن میں نشہ آور جزء ایتھائل الکوحل (Ethyl Alcohol) ہوتا ہے، وہ خمر کے ذیل میں آئے گی۔ لیکن دوسری منشیات جن میں نشہ آور جزء الکوحل نہیں ہوتا، ان کا مسئلہ مختلف ہوگا، مثلاً بھنگ، افیم وغیرہ کی تھوڑی سی مقدار یا اس کے مثل (یعنی غیر نشہ آور مقدار) حرام نہ ہوگی۔ بلکہ حرمت اور حد حرمت نشہ کی صورت میں واجب ہوگی۔ لیکن الکوحل کے ایک قطرہ کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ خواہ وہ عملاً نشہ طاری نہ کر سکے۔ یہ ایک مثال ایسی ہے جس میں سائنس کی ایک تحقیق اہل فقہ کے لئے

معادن ثابت ہوئی۔

لیکن جو حضرات سائنس باقاعدہ نہیں پڑھتے، یا صرف سنی سنائی سطحی، اور ادھوری معلومات رکھتے ہیں، وہ بعض امور میں حکم لگاتے ہوئے غلطی کر جاتے ہیں۔

ایک سعی ناتمام | سائنس بجائے خود مادی حقیقتوں کی تلاش کی سعئ ناتمام اور ایک سفر مسلسل ہے۔ سائنس کے سامنے جب کسی مسئلے پر کافی مواد جمع ہو جاتا ہے اور کسی حقیقت کی جھلک محسوس ہونے لگتی ہے تو قیاس اور مفروضہ (Hypothesis) نمودار ہوتا ہے۔ پھر جب بہت سے سائنس دان اس کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اس کے مزید ثبوت مل جاتے ہیں تو اس کو نظریہ (THEORY) کا مقام دے دیا جاتا ہے۔ پھر جب ایک لمبے عرصے تک اس نظرئیے کے پے در پے ثبوت دنیا بھر میں پہنچتے رہتے ہیں اور سب سائنس دان اس سے متفق ہو جاتے ہیں تو اس نظرئیے کو قانون (LAW) کا رتبہ دے دیا جاتا ہے۔ اصولی طور پر قانون بننے کے بعد اس نظرئیے میں تبدیلی یا ترمیم نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن کیا کیجئے کہ انسانی علم ہے ہی اتنا ناقص کہ قانون بنانے کے بعد بھی ترمیمات ہونے کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ ایک زمانے میں قانون (GRAVITATIONAL LAW) کو ترمیم سے بالاتر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن آئنسٹائن نے آکر اس کو بھی ناقص قرار دیکر اس میں ترمیم کر ڈالی۔ سر جیمز جین کے نزدیک بیسویں صدی کی سب سے بڑی دریافت یہی آئنسٹائن کی تھیوری ہے۔ لطف یہ ہے کہ قانون کو تھیوری نے لدڑ ڈالا۔ حالانکہ تھیوری قانون سے کم درجہ پر ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ نظریۂ اضافیت کو بھی قانون کا مقام نہیں دیا جا سکا۔ اس طرح سائنس آہستہ آہستہ بھٹک بھٹک کر تلاش حقیقت کے راستہ پر رینگ رہی ہے۔

غیر سائنس دانوں کی سائنس پرستی | جو لوگ سائنس کے اس پورے نشو و ارتقاء سے واقف ہیں، وہ جب آرٹس کی ڈگریاں لینے والے اصحاب کی سائنسی تھیوریوں کو (مثلاً ڈارون تھیوری) قرآن پر ٹھونسنے کے لئے کوشاں دیکھتے ہیں تو اس طرح اس طفلانہ مشغلے پر ان کو ہنسی آجاتی ہے۔ قرآن کو مغربی نظریات کے تابع بنانے کے لئے جن حضرات نے پچھلے پچاس برس میں سرگرمی دکھائی اور ان میں جو ٹیم آج میدان میں معرکہ آرا ہے۔ یہ سب لوگ سائنس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ مگر اپنے زمانۂ تعلیم میں سائنس سے فرار

لہ اب تو مغربی محققین میں مخالفین نظریۂ ارتقاء (Anti Evolutionists) کا گروہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:

(Comparative Religions By A.C. Bouquet)

کرکے انہوں نے آرٹس میں ڈگریاں لیں۔ پس یہ حضرات نہ تو اسلام سے کماحقہٗ واقف ہیں اور نہ سائنس سے (البتہ سائنس سے مرعوب ضرور ہیں) اور رٹ دونوں کی لگاتے ہیں ؎

ناطقہ سر بگریباں ہے۔ اسے کیا کہئے

ایک چھوٹا سا اہم انکشاف | عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یونانی سائنس کے بانی یونانی تھے لیکن جدید کھدائیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ بابل اور اس کے اردگرد کے لوگ (جس علاقے میں حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے) EUCLID کے مشہور تکونی مسئلہ کو Euclid سے سترہ سو سال پہلے جانتے تھے۔ ان کی بنائی ہوئی تکونی شکلیں جو مٹی کی تختیوں پر دستیاب ہوئی ہیں، اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہیں[1]

قدیم بیٹری سیل | مزید سنئے کہ ہمارے پیغمبروں کی سرزمین میں مشہور شہر بغداد کے قریب سے بجلی کا ایک سیل (CELL) کھدائی میں نکلا ہے۔ جس کا حال جارج گیمو (George Gamow) مشہور ایٹمی سائنس دان نے لکھا ہے۔ اور یہ رائے قائم کی ہے کہ بجلی کے سیل اس زمانے میں زیورات پر سونے کا پالش چڑھانے کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ بعد میں یہ علم دنیا سے ناپید ہوگیا۔ اور پھر زمانۂ قریب میں (DOTTORE GALVANI) نے اس کو دوبارہ دریافت کیا۔[2]

انبیاء کے متعلق شواہد | کچھ عرصہ پہلے تک تاریخ کے ماہرین حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یوسفؑ وغیرہ کے واقعات کو محض افسانہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ان شخصیتوں کے وجود کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں۔ لیکن زمانۂ حال کی کھدائیوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ پیغمبر تھے اور ان جلیل القدر حضرات نے تبلیغ کے کارہائے نمایاں انجام دئے۔ حضرت ابراہیمؑ ایک بین الاقوامی پیغمبر تھے۔ اور انہوں نے ایشیا اور افریقہ کے براعظموں میں بہت سے تبلیغی سفر کئے۔ امریکہ کے رسالہ لائف نے اپریل ۱۹۶۵ء میں جو بائبل نمبر نکالا تھا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اس کا ثبوت بہم پہنچ چکا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے سفر کسی تجارتی اور دنیوی مقصد کے لئے نہ تھے، بلکہ صرف مذہبی مقاصد کے لئے تھے۔

موجودہ دور میں خود بائبل کے علمبرداروں نے بائبل کے بہت سے مندرجات کو غیر صحیح تسلیم کر دیا ہے۔ مثلاً بائبل میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنی بیوی کو بہن کہہ دیا تھا۔

---

[1] ملاحظہ ہو نیو یارک ٹائمز مورخہ ۸ر جنوری ۱۹۵۰ء [2] ملاحظہ ہو اس کی کتاب "سورج کی پیدائش اور موت" BIRTH & DEATH OF THE SUN. P.29,30

لیکن اب آپ کے معاشرہ کے قومی قوانین کی جو تختیاں برآمد ہوئی ہیں، ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے قبیلہ میں قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی معزز سردار بوڑھا ہو جاتا تھا تو وہ اپنی بیوی کو بہن کا لقب دے دیتا تھا، اور اس معروف روایت کو باعث اعزاز سمجھا جاتا تھا پس جب مصر میں آپ نے اپنی بیوی کو بہن کہا تو اس کا مطلب حقیقی معنوں میں بہن قرار دینا نہ تھا۔ اور نہ مقصد جان بچانا تھا، بلکہ انہوں نے اہل مصر پر اپنا خاندانی مرتبہ واضح کیا کہ وہ قبیلہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ لیکن جب سینکڑوں سال بعد لوگوں نے بائبل لکھنا شروع کیا۔ اس وقت پچھلی روایات و اصطلاحات ختم ہو چکی تھیں۔ اور قانون بدل چکے تھے۔ پس حضرت ابراہیمؑ کے متعلق جو روایت تورات میں چلی آ رہی تھی اس کی انہوں نے قیاساً ایک غلط توجیہہ کر ڈالی[1]۔ رسالہ لائف کے خاص نمبر میں اس واقعہ کے علاوہ حضرت یعقوبؑ کے متعلق بائبل کی اس روایت کو بھی غلط قرار دیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے (نعوذ باللہ) اپنے ماں باپ کو دھوکہ دیکر نبوت حاصل کی[2]۔ اور جدید تحقیقات سے حاصل شدہ ثبوت فراہم کر کے آپ کو اور آپ کی والدہ کو فریب دہی کے الزاموں سے بری ثابت کیا ہے۔ جو بائبل میں لگائے گئے تھے۔

ایک روسی سائنسدان کے مطالعات | مغربی سائنس دانوں کے انکشافات اور ان پر مبنی قیاسات سے اتنی حیرت نہیں ہوتی جتنی کہ بعض نئے روسی سائنس دانوں کی دریافت سے ہوتی ہے۔ اب روسی سائنس دان بھی خدا اور بائبل کا ذکر کرنے لگے ہیں۔ اس سلسلے میں پراگریس پبلشرز ماسکو کی شائع کردہ ایک کتاب بڑی دلچسپ ہے جس کا نام "بہ جادۂ انکشاف" (ON THE TRACK OF DISCOVERY) ہے۔

اس کتاب میں روسی ماہر طبیعیات "میٹسٹ اگریسٹ" (MATEST AGREST) لکھتا ہے۔ کہ نیچر کے دائرے میں بہت سے ناقابل حل عجائبات ہیں اور ان کی تعداد سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔

قدیم باتوں کی نئی توجیہات | اس کی مثال دیتے ہوئے اس نے بتایا ہے کہ دنیا کے بعض حصوں میں شیشہ نما عجیب چیزیں پائی گئی ہیں جن کو TEKTITES کہا جاتا ہے۔ ان میں ریڈیائی الونیم اور بریلیم پائی جاتی ہے۔ ان کے متعلق اب تک کے قائم کردہ نظریات تسلی بخش نہیں ہیں ـــــ اور

---

[1] یہ تو ضروری نہیں کہ ہم مسلمان براہ راست خود ماخذ کی تحقیق کے بغیر مذکورہ تحقیق کی جانچ کئے بغیر اسے جوں کا توں تسلیم کر لیں، مگر اس سے یہ ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ بائبل کے بیانات انبیاء تک کے متعلق غیر یقینی ہیں ـــــ

TEKTITEC کا وجود آج تک معمہ بنا ہوا ہے۔ پھر یہ خالص مادیت پرست اور عقلیت زدہ معاشرے کا سائنس دان پرانی مذہبی اور روایتی داستانوں LEGEND کو اہمیت دیتے ہوئے کہتا ہے کہ بہت ہی پرانی کہانیاں ہم کو ملتی ہیں، جن میں لوگوں کے آسمانوں پر جانے اور آسمانی لوگوں کے زمین پر آنے کا ذکر ملتا ہے۔ اس طرح بائبل میں جو کہ سب سے پرانی لکھی ہوئی چیزوں میں سے ہے، ہم یہ درج پاتے ہیں کہ قدیم زمانے میں زمین پر جن، دیو رہتے تھے۔ (GEN. CH 604)[ے]

ایسی ہی ایک اور مثال پر بحث کرتے ہوئے، روسی طبیعات دان کہتا ہے، کہ زمانۂ قدیم کے لوگ بہت ہی ایسی باتیں جانتے تھے، جو ہمارے علم کے مطابق صرف پچھلے سو سال کے عرصے میں ایجاد ہونے والے جدید آلات سے ثابت کی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے ایک قابلِ غور بات یہ ہے کہ مشتری کے گرد جو چاند گھوم رہے ہیں۔ ان کا ذکر ہم کو جدید سائنسی دریافت سے بہت پہلے کی روایات میں ملتا ہے۔ یہ سائنسی دریافت ۱۸۷۷ء میں ASAPH HALL نے کی حقیقت میں فرانسیسی ماہر فلکیات Bailly نے اس روایت کو بنیاد بنا کر یہ رائے دی ہے کہ قدیم زمانے میں ایک قوم ایسی گزر چکی ہے۔ جو فلکیات کے علم میں ید طولیٰ رکھتی تھی۔ یہ قوم ناپید ہو چکی ہے۔ یہی نظریہ مشہور جرمن ماہر فلکیات ریاضی کارل گاس (CARL GAUSS) نے اپنے لیکچروں میں ۱۸۱۹ء میں بیان کیا تھا جو انہوں نے نظریاتی فلکیات Theorical Astronomy کے موضوع پر دیتے تھے۔

سنگین معمے | بڑی بڑی جسامت STRUCTURES کے قدیم کھنڈرات دنیا کے مختلف حصوں میں ملتے ہیں، جو عقلِ انسانی کے لئے معمہ بن کر رہ گئے ہیں۔ مثال کے طور پر مشہور تاریخی ہیکل Thilithau جو بعلبک میں Anti-Lebnon پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے، جو بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا ہے۔ جو ذرا بھدے طور سے تراشے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض ۲۰ میٹر (63 فٹ) لمبے ہیں اور جن کا وزن ایک ہزار ٹن ہے۔

یہ بھاری پتھر ایک کان سے کاٹے گئے تھے۔ اور زمین سے ۷ میٹر (قریباً ۲۲ فٹ) اوپر اٹھائے گئے تھے۔ یہ ایسا کام ہے، جو کہ موجودہ دور کے سائنس دانوں کے لئے اپنے تمام آلات کی مدد سے بھی کٹھن ہے۔ ایک ایسا ہی بڑا پتھر جو ۲۱ میٹر (۶۵ فیٹ) لمبا اور ۴.۸ میٹر (۱۶.۰ فٹ) چوڑا اور ۴.۲ میٹر (۱۴ فٹ) اونچا ہے۔ یہ پتھر تراشا تو گیا ہے۔ لیکن چٹان سے کاٹ کر بالکل علیحدہ نہیں کیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اس کو تراشا وہ اسے یونہی کان میں چھوڑ کر چلے گئے۔ روسی مصنف کا اندازہ ہے کہ چالیس ہزار آدمی مل کر اس کو اپنی جگہ سے بمشکل کھسکا سکتے ہیں۔ وہ سوال یہ

اٹھاتا ہے کہ ان چٹانی چٹانوں کو کس نے کاٹا۔ ؟ کب اور کس مقصد کیلئے ؟ یہ ایک حل طلب معمّہ ہے۔ آج بہت سی ایسی باتیں جو ناقابلِ یقین اور بنیادی سمجھی جاتی تھیں، سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ اور پھر یہ اعتراف بھی کرتا ہے کہ تہذیب کی ترقی نے بار بار ہمیں اپنی تاریخی سمجھ بوجھ Historical Commonsense پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس لئے ان معمّوں اور دیگر معمّوں پر ہمارے مرتّب کردہ نظریات کی روشنی میں دوبارہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اور ان سوالات کے جوابات تک پہنچنے کے لئے نئے طریقوں سے کاوش کرنا لازم ہے۔ آخر کن لوگوں نے یہ بڑی بڑی عمارات بنائیں۔ ؟

چالیس فٹ لمبے انسان | اس بحث کو چھیڑ کر روسی ماہر طبیعات نے نظریہ پیش کیا ہے کہ یہ بڑے بڑے پتھر ان لوگوں نے کاٹے ہیں، جو کسی زمانے میں مشتری سے زمین پر آئے تھے[۹] یہ کچھ عرصہ یہاں ٹھہرے اور محیّر العقول کام کئے۔ خوش قسمتی سے سائنس دان مذکور کو ایک غار میں ایک ڈرائنگ بھی مل گئی جو مصنّف کی رائے میں خلابازوں (spaceman) کے لباس میں ملبوس شخص سے ملتی جلتی ہے۔ اور ۶ میٹر (۲۰ فٹ) لمبی ہے۔ تصویر چونکہ آدھے بالائی حصّہ جسم کی ہے، اس لئے اندازہ کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کا قد تقریباً ۴۰ فٹ تھا[۱۰]

مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے | لیکن اس کے برعکس جب مسلمانوں کے سامنے چٹانی چٹانوں کا متذکرہ معمہ آتا ہے جن کو روسی سائنس دان خود بھی چٹانی چٹانوں کا نام دیتا ہے۔ تو قرآن کا علم رکھنے والا شخص فوراً پکار اٹھے گا کہ یہ کام تو حضرت سلیمانؑ کے جنّوں کا ہے۔ (چاہے وہ مشتری سے آئے ہوں یا زمین پر بسنے والے ہوں۔) ذرا سورۂ سبا کی متعلقہ آیات کے ترجمے پر غور فرمائیے :

"اور سلیمانؑ کے لئے ہم نے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی۔ اور ہم نے اس کے لئے تانبہ کا چشمہ بہا دیا اور جنّات میں بعضے وہ تھے جو ان کے رب کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے (اور ہمارا فیصلہ تھا کہ) ان میں سے جو شخص ہمارے (اس) حکم سے سرتابی کرے گا، ہم اس کو (آخرت میں) دوزخ کا عذاب چکھا دیں گے۔ وہ جنّات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو (بنوانا) منظور ہوتا۔ بڑی بڑی عمارتیں اور مجسمے اور لگن (ایسے بڑے) جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔ اے داؤد کے خاندان والو! تم سب شکر (ادا کرنے) کے لئے نیک کام کیا کرو، اور میرے بندوں میں شکر گذار کم ہی ہوتے ہیں۔ پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی

پیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا، مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا، سو جب وہ گر پڑے، تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔"

تفسیری روایات میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ ایک لمبے عرصہ تک لکڑی کے عصا کا سہارا لئے ہوئے اور جن آپ کو زندہ و سلامت سمجھ کر عمارتیں بنانے کا کام کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جب دیمک نے عصا کو کھالیا اور عصا کے ٹوٹنے سے آپ کا جسد مبارک گر پڑا تو اس وقت جنوں کو اندازہ ہوا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ ان کی وفات کا علم ہوتے ہی سارے جن کام چھوڑ کر نو دو گیارہ ہو گئے۔

راقم کی رائے میں یہ چٹان اسی زمانے سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے ادھوری کان کے اندر رہ گئی ہے، ورنہ اس کو نامکمل چھوڑنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ دیگر یہ کہ پتھر تراشنے کا کام قدرے بھدّے طریقہ سے کیا گیا ہے۔ اس میں بہت اعلیٰ درجہ کی صفائی نہیں ہے۔ اس سے بھی یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس کام کو ماہر سنگ تراشوں نے نہیں بلکہ جنوں نے سرانجام دیا ہے۔

مسئلہ کا ایک اور پہلو: بعلبک کے متعلق ثابت ہے کہ وہ حضرت سلیمانؑ کے قلمرو میں شامل تھا۔ لیکن ہیکل سلیمانی کی طرح بعلبک میں آپ کا کوئی بلڈنگ بنوانا عام طور سے مشہور نہیں۔ لیکن اس مسئلہ پر مطالعہ کرتے ہوئے جب ہم نے یاقوت حموی کی معجم البلدان اٹھائی تو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ نے بعلبک میں ملکہ بلقیس کے لئے محل بنوایا تھا۔ ان کے خاص الفاظ یہ ہیں:

ان بعلبک کانت مهر بلقيس	یعنی شہر بعلبک حضرت بلقیس کا مہر تھا۔
وبها قصر سليمان بن داؤد	وہیں حضرت سلیمان بن داؤد کا محل تھا، جو
عليهما السلام وهو مبنى على	سنگِ مرمر کی چٹانوں سے بنایا گیا تھا۔
اساطين الرخام۔	

غالباً ہیکل سلیمانی کی تعمیر سے فراغت کے بعد حضرت سلیمانؑ نے جنوں کو بعلبک میں محل بنانے کا حکم دیا ہوگا۔ یا ممکن ہے ساتھ ساتھ دونوں جگہ تعمیر چل رہی ہو۔ غرضیکہ قرآنی آیات سے اس ادھورے جناتی پتھر کا معمہ صحیح طور پہ حل ہو جاتا ہے۔ پھر قرآن میں (سورۃ ص میں) حضرت سلیمانؑ کی اس دعا کا ذکر ہے:

قال رب اغفر لي وهب لي ملكا لا ينبغي لاحد من بعدي۔ (اے اللہ مجھے بخش دے اور ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد اور کسی کو نہ مل سکے) اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہوا اور جنوں وغیرہ پہ ایسی حکومت دی کہ اس کے اثرات آج بھی روسی و دیگر سائنس دانوں کے لئے معمہ بنتے ہوئے ہیں اور سب لوگ

انگشت بدنداں ہیں۔ وہاں بیس فٹ لمبی تصویر کا معمہ۔ تو یہ تصویر ایک جن کی خیالی تصویر سے زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ تصویر تو خیالی بھی ہو سکتی ہے، لیکن نامکمل چٹان تو حقیقت ہے۔ اس لئے اصل معمہ جناتی چٹانوں کا ہے، جو قرآنی آیات سے بہترین طور پر حل ہو جاتا ہے۔

علم کا نامعلوم دروازہ | بہت سی باتوں میں موجودہ زمانے کی سائنس اور اس کے پیدا کردہ فلسفی، مذہبی اور روحانی علوم کے مقابلے میں بُری طرح پیچھے ہیں۔ مثلاً عمل انتقالِ خیالی (TELEPATHY) کے متعلق فرائڈ کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ کہ آیا یہ حقیقت ہے یا نہیں۔؟

ولیم جیمز نے بھی تذبذب کا موقف اختیار کیا ہے۔ لیکن آج کل نفسیاتی سائنس کے معلم ٹیلی پیتھی کو تسلیم کر چکے ہیں[1] اور اس پر ریسرچ ہو رہی ہے۔ اس حقیقت کی کہیں اب جا کر ایک جھلک سائنس والوں کو نظر آئی ہے۔ الہامی معلمین اور روحانی عالم ہزاروں سال سے اسے جانتے برتتے اور پیش کرتے چلے آرہے ہیں اور ہمارے علم کلام میں انتقالِ خیالی اور علم پیشین سے لیکر الہام و القاء اور وحی تک ایک متفقہ حقیقت ہے۔

ابتداءِ عقیدۂ توحید سے ہوئی | اسی طرح اسلام، قرآن اور توریت کا نظریہ یہ ہے۔ کہ وحدانیت کو بنی نوع انسان شروع ہی سے تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن بعض سائنسدان اور جدید عقلیت پرست فلسفی اس کے منکر تھے، اور کہتے تھے کہ انسان پہلے پہل جس جس چیز سے خوف کھاتا تھا اس کو پوجتا تھا۔ اسی طرح اس نے بہت سے خداؤں اور دیوتاؤں کا تصوّر پیدا کر لیا۔ بعد میں آہستہ آہستہ ذہنی ارتقاء کے ذریعے وحدانیت کا ظہور ہوا۔

لیکن موجودہ زمانے میں افریقہ کے بعض محروم علم (PYGMY) قبائل جو ہمیشہ سے تہذیب و تمدّن اور باہر کی دنیا سے الگ تھلگ رہے۔ ان کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ ان میں بھی وحدانیت موجودہ ہے اور شروع سے چلی آرہی ہے۔ اس سے بعض نئے محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ انسان شروع ہی سے ایک خدا کا قائل رہا ہے۔ (ملاحظہ ہو کوبٹ کی کتاب Religion comparative ص ۴۲، ۴۳، ۴۴، Schmidt نے جو ڈھیروں ثبوت فراہم کئے ہیں، اس مغربی Anti Evolionists محققین کے نظریات کی تائید ہوتی ہے۔) گویا اسلام کے اس نظرئے کی تائید ہو رہی ہے کہ دراصل توحید ہی انسان کا اصلی مذہب تھا۔ اور بعد میں لوگ جب بگاڑ کا شکار ہوئے تو انہوں نے شرک کی راہیں نکالیں۔ ان کی اصلاح کے لئے بار بار پیغمبر آتے رہے اور لوگوں کو توحید کی راہ پر ڈالتے رہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ میں اس کے شواہد کثرت سے ملتے ہیں۔

سدومیوں کی تباہی کا واقعہ | قوم لوط کے مسکن Sodom اور گومورہ GOMORRAH کی تباہی کے جو واقعات بائبل میں درج ہیں ان کے بارے میں روسی سائنس دان پلسٹ اگریسٹ نے اپنی تصنیف میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ان کی نوعیت ایٹمی دھماکے کی سی ہے۔ اس سلسلے میں اس نے واقعہ کی تفصیلات بیان کرکے اس میں ایسے پہلو اجاگر کئے ہیں جو ایٹمی دھماکے کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔

غور فرمائیے کہ اس مادہ پرست اور ملحد سرزمین کا سائنس دان ہے۔ جہاں مذہب دشمنی ایک اصول کی حیثیت سے نافذ چلی آ رہی ہے۔ اور پھر اس کا دائرہ تحقیق بھی خاص طور پر طبیعات ہے اور طبیعات کا موضوع مادہ ہے۔ اب اسی سرزمین سے بائبل کی مذہبی روایات (جو صحیح ترین شکل میں قرآن میں مندرج ہیں) توثیق ہونے لگی ہے۔ اور وہ بھی مادی سائنس کے ذریعے۔ ع یہاں تک تو پہنچے یہاں تک تو آئے۔

ہواؤں کی بار آوری | قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وارسلنا الریح لواقح (ہم نے بار آور کرنے والی ہوائیں بھیجیں ۱۵-۲۲) اب علم نباتات والے جانتے ہیں کہ کس طرح ہواؤں کے ذریعہ نر درختوں کے (POLLENS) مادہ درختوں تک پہنچتے ہیں ـــــ مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کیطرف اشارہ ہے کہ ہوائیں کس طرح چل کر پھلوں کی تعداد میں اضافہ کرتی ہیں۔

قانون زوجیت کا اہم اطلاق | اس کے ساتھ قرآن کا بیان کردہ قانون زوجیت (کہ ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا کرکے پیدا کیا) بھی ثابت ہو چکا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے لئے قرآن، حدیث اور سائنس کی مختلف شاخوں کا علم ضروری ہے جو آج کل بہت کم لوگوں کو حاصل ہے۔ جس طرح کسی زمانے میں منطق وغیرہ کو درس کا جزو بنایا گیا تھا، اسی طرح آج سائنس کو بھی درسِ نظامی کا جزو بنانا چاہیئے۔

قرآن نے قانون زوجیت کو (جس کی ایک شاخ قانون اضداد بھی ہے) بیان کرتے ہوئے بعض جگہ لطیف اشارہ سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے۔ کہ "دنیا" بھی تنہا نہیں ہو سکتی بلکہ دنیا کے ساتھ آخرت کا ہونا قانونِ زوجیت کا تقاضا ہے۔ اس بحث کے حق میں حال ہی میں کاروان سائنس (ج ۴، شمارہ ۳، ۴) میں ایک اچھا معلوماتی مقالہ شائع ہوا ہے۔ جسے مدیر مجلہ جناب عظمت علی خان نے قلمبند کیا ہے۔ عنوان ہے ـــ

"مادہ اور ضد مادہ" ـــ

اس مضمون میں ایک دلچسپ اور اہم نظریئے کی مختلف کڑیوں کی دریافت کا حال بیان کیا ہے۔
پہلے یہ دریافت ہوا کہ مادی ذرات کے ساتھ ضد ذرات (Anti Particles) بھی پائے جاتے ہیں۔
پھر الکٹران کے بالمقابل ضد الکٹران (Anti-Electron) کا انکشاف ہوا پھر ضد نیوٹران (Anti Neutron) کا علم ہوا۔ پھر آگے چلے تو درست نظر کائنات کے اصول کے تحت بات یہاں تک پہنچی کہ مادہ کے بالمقابل

ضدِّ مادہ (Anti Matter) کا بھی وجود ہے۔ پھر کہکشانی نظام کی ضد کا تصور (Anti Galaxies) پیدا ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ:

"آج کے بیشتر ماہرین طبیعات و ریاضی کا خیال ہے کہ خلا میں کسی نہ کسی جگہ ہماری اس کائنات کا بھی آئینہ مثال توام (Looking Glass Twin) یا عکس موجود ہے۔ ان کو، اس کا بھی یقین ہے کہ کائنات کے اس توام کا وجود لازمی طور پر ہونا چاہیئے۔"

ہمیں اس نظریہ کا ایک سرا تو (صوفیہ کے) مسئلہ اعیان سے جا ملتا ہے۔ اور دوسرا سرا اسلام کے تصورِ آخرت سے (یعنی) کوئی اور دنیا بھی ہے، جس کا نظام اس دنیا کے ساتھ شدید مماثلتیں رکھنے کے باوجود مختلف بھی ہے۔ اس نظریے کے حاملین بھی یہ کہتے ہیں کہ ایک طرف یہ دونوں دنیا باہم دگر ہے۔ اور دوسری طرف یہ بھی کہ ان میں تشاکل موجود ہے۔

مسلمانوں کی کوتاہی | افسوس اس بات کا ہے کہ جو تحقیقات موجودہ زمانے میں ہو رہی ہیں، ان میں مسلمانوں کا کوئی قابلِ ذکر حصہ نہیں ہے۔ اور تو چھوڑیئے حال ہی میں بحیرۂ مردار سے برآمد شدہ طوماروں اور پلندوں تک سے (Dead Sea Scrolls) تک سے مسلمانوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی۔ حالانکہ تاریخی و مذہبی ریکارڈ کے اس دفینہ کی برآمدگی ان کے گھر کا معاملہ تھی۔ تحقیقاتی سرگرمیوں سے مسلمانوں کی یہ بے تعلقی غیر مسلم محققین کو یہ موقعہ دیتی ہے کہ وہ اپنے لادینی یا مذہبی نقطہ ہائے نظر یا سیاسی اور سامراجی مفاد کے مطابق جس طرح چاہیں کسی دریافت شدہ چیز کی توجیہہ کریں۔ اور جن نامطلوب اجزاء کو چاہیں بالکل نظر انداز کر جائیں۔ ذرا سوچیئے کہ اب جب کہ غیر مسلم بلکہ بسا اوقات اسلام دشمن اور مذہب دشمن کے اخذ کردہ نتائج بھی قرآن کی صداقت کو واضح کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ اگر خود مسلمان آگے بڑھ کر سائنسی اور تاریخی تحقیقوں کے میدانوں میں اتریں تو وہ زیادہ صحیح علمی نقطۂ نظر اور جذبۂ ایمانی سے کام لیکر مطالعات و مشاہدات کو قرآنی حقائق کے تابع ثابت کر سکتے ہیں۔ وہ اگر خود براہِ راست اگر کسی وسیع تحقیقی مہم کا آغاز نہیں کر سکتے تو کم از کم دوسروں کے فراہم کردہ مواد اور معلومات کا جائزہ تو لیں۔ دوسروں سے مل کر کام کرتے ہوئے اپنا نقطۂ نظر استعمال کریں اور ان کی غلطیوں پر گرفت کریں۔

لیکن مشکل یہ بھی تو ہے کہ جہاں موجودہ زمانے کے عام مسلمان سائنس کو دوسروں کی جاگیر سمجھے ہوئے ہیں، وہاں مسلمان سائنس دانوں کو ذہنی غلامی کا روگ لگا ہوا ہے، اور وہ ہر مفروضے، نظریے اور قانون پر بے چون و چرا ایمان لے آتے ہیں، جو غیر مسلم دماغوں نے مرتب کر کے ان کے سامنے رکھ دیا ہو — بلکہ بسا اوقات وہ ان باطل فلسفوں کے بھی پُرجوش وکیل بن جاتے ہیں، جو مغرب کی ملحدانہ ذہنیت نے

قیاس سے کام لے کر سائنسی تحقیقات کی اساس پر کھڑے کئے ہیں۔ اور پھر ان کے حق میں اونچی علمی سطح پر نہایت زبردست پروپیگنڈا کیا ہے۔

یہ کیفیت قرون اولیٰ اور قرون وسطیٰ کے سائنس دانوں میں بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔ اس کے لئے ایک سادہ سی مثال سامنے آتی ہے، جو ان کی ذہنی آزادی کی دلیل ہے۔ جب عربوں نے جالینوس کے یونانی طریق علاج کو اپنایا تو انہوں نے دواؤں کے یونانی سسٹم عہ سے ٹنکچروں کو بالکل خارج کر دیا۔ جڑی بوٹیوں کے ٹنکچروں کی بجائے انہوں نے معجونیں، چٹنیاں، مربّے اور شربت وغیرہ تیار کر کے نئی راہیں نکالیں۔ ان میں سے بعض چیزیں زمانہ حال کے جدید ایلوپیتھک فارماکوپیا اور کوڈیکس میں موجود ہیں لیکن بیسویں صدی کے مسلمانوں نے مغربی طب کو اپنایا تو اس میں کسی ادنیٰ ترمیم کرنے کی جرأت موجود نہ تھی۔ انہوں نے عیسائیوں کی طرح متروک ٹنکچروں کو چپ چاپ قبول کر لیا۔ ہمارے ڈاکٹر اور دواساز ابھی تک الکوحل ترک کرنے کا اقدام نہیں کر سکے، حالانکہ الکوحل کے مقاصد پورے کرنے کے لئے مسلمان اطباء قرنوں پہلے دوسری موثر تدبیریں پیش کر چکے ہیں۔

حواشی: ۔ ۵؎ بائبل کا تصور نبوت بھی عجیب ہے گویا کہ یہ کوئی جائداد منقولہ ہے، جسے مورث کسی کو بھی اٹھا کے دے سکتا ہے۔ ۶؎ دیکھئے "لائف" بائبل نمبر ص ۳۱، ۳۹، ۴۰۔ ۷؎ واضح رہے کہ اب بہت سی عوامی اور مذہبی روایاتی باتوں (LEGEND) کو، جنہیں پہلے اوہام قرار دیا جاتا تھا، اب سائنس میں اہمیت مل گئی ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں کسی قدیم روایت کو رہنما بنا کر تحقیق شروع کی جاتی ہے۔ اور بالآخر اس روایت کی بنیادیں مل جاتی ہیں۔ مثلاً یہ قدیم عوامی روایت کہ زخموں سے خون کے جریان پر چاند کی حرکات کا اثر پڑتا ہے۔ اب ثابت ہو چکی ہے۔ اور اس سلسلہ میں مشاہدات کا تذکرہ ٹائم نیویارک میں آیا ہے۔ ۸؎ یاد رہے کہ اہرام مصر کے پتھر صرف ۲ ٹن سے لیکر ۵ ٹن وزن کے ہیں (Reader's Digest May 1963) اس لئے ان پتھروں سے انہیں کوئی نسبت نہیں۔ ۹؎ کیا عجب یہ نئی روحیں دور جدید کو ایک دن اس واقعہ کے اعتراف پر بھی مجبور کر دیں کہ آدم علیہ السلام کو کسی دوسرے مقام سے زمین پہ اتارا گیا۔ ۱۰؎ ان قیاس آرائیوں کو پیش نظر رکھ کر یہ سوچئے کہ سائنسی اور تاریخی تحقیقات کی بنیاد پر کس طرح گوناگوں آراء قائم کی جا سکتی ہیں۔ اور اب تک ایسی جن باتوں کو ہم سائنس کے حوالہ سے ناقابل تردید حقائق مانتے چلے آ رہے ہیں۔ (مثلاً نظریۂ ارتقاء) ان کے بھی کل بخیے ادھیڑ سکتے ہیں۔

۱۱؎ تفصیل اور ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو (Reach of mind- A319 Pelican BKS.)

عہ تعجب ہے صاحب مضمون ٹنکچر کے طریقے کو یونانی سسٹم قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس کا سہرا مسلمانوں ہی کے ایک فرد شیخ بو علی سینا کے سر ہے۔ (ندائے فرقان)